افغانستان

بھارت کی مداخلت

ڈینیل نارفوک

ترجمہ: محمد صفدر سحر

مشعل بکس

آر/بی 5 ' سیکنڈ فلور ' عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک ' نیو گارڈن ٹاؤن ' لاہور ۔54600 ، پاکستان

MashalBooks.org

افغانستان

بھارت کی مداخلت

ڈینیل نارفوک

ترجمہ: محمد صفدر سحر

کاپی رائٹ اردو © 2014 مشعل بکس
کاپی رائٹ انگریزی © 2011 انسٹیٹیوٹ آف ساؤتھ ایشین سٹڈیز(ISAS)

ناشر: مشعل بکس
آر بی/5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور 54600، پاکستان

فون و فیکس 042-35866859
Email: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.org

MashalBooks.org

فہرست

تعارف 5

علاقائی سوچ، علاقائی اقدام: آگے بڑھنے کی راہ 31

نتیجہ 37

حواشی 39

MashalBooks.org

MashalBooks.org

MashalBooks.org

تعارف

اب ایک متفق علیہ رائے بنتی جا رہی ہے کہ بھارت کے عالمی عزائم کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں ان کا تعلق بھارت کے ہمسایہ ملکوں سے ہے۔ اندرونی بحرانوں کے علاوہ بھارت کو غیر مستحکم پڑوسیوں کا بھی سامنا ہے اس کے علاوہ چین جس تیزی سے ترقی کر رہا ہے اس سے بھارت کے لیے عالمی منظر نامے میں کوئی کردار ادا کر پانا مشکل نظر آتا ہے۔ نئی دلی محتاط خارجہ پالیسی پر قائم ہے، ایک ایسی پالیسی جو مواقع تخلیق کرنے کی بجائے گریز پر مبنی ہے۔(2) بھارت کی خارجہ پالیسی پر تحقیقی مقالہ شائع کرنے والا ایک مصنف اپنے اختتامیہ میں لکھتا ہے: ''بھارت کا جو تذبذب اتی کلچر بن چکا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ماہرین جو ملک کی بڑھتی ہوئی معاشی ضرورتوں کو زمینی سیاسی حوالوں سے فعال دیکھنا چاہتے ہیں انہیں مایوس ہونا ہو گا''(3)

انہی جانے پہچانے خطوط پر بھارت نے افغانستان کے معاملے کو لیا ہے۔ افغانستان کے ساتھ بھارت کے آزادی کے بعد جو تعلقات تعمیر ہوئے ان کے بارے میں آئی پی کھوسلہ لکھتے ہیں:

> ''جواہر لال نہرو نے جو رویہ افغانستان کے حوالے سے شروع میں اختیار کیا تھا، بھارت کی پالیسی میں آج بھی وہی رویہ اپنی بازگشت پیدا کر رہا ہے۔ نہرو نے 1950 میں افغانستان اور پشتونوں کے مطالبے پر گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا 'حکومت بھارت کو افغان معاملات میں دلچسپی ہے ،مگر ہماری یہ دلچسپی اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کی پالیسی کے اندر ہے''۔(4) وزیر اعظم نہرو کی یہ دلچسپی اور عدم مداخلت کی پالیسی نہ صرف ان کی موت تک جاری رہی بلکہ سرد جنگ کے اختتام تک جتنی بھی حکومتیں بھارت میں آئیں سب اس پالیسی پر گامزن رہیں۔(5) اسی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے بھارت نے افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام کے عمل کے دوران کوئی مداخلت نہ کی حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ طالبان کا پاکستانی فوجی انتظامیہ اور کشمیر کے جہادی گروپوں سے تعلق تھا۔(6)

تجزیہ کاروں کے مطابق طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد بھی افغانستان کے حوالے سے بھارت کا رویہ اسی پالیسی کا عکاس ہے۔(7) تاہم کچھ مبصرین کا خیال ہے کہ افغانستان میں 2001 میں امریکی مداخلت کے بعد اس پالیسی میں نمایاں تبدیلیاں آئیں۔ بھارت نے امریکی اور نیٹو افواج کے افغانستان پر قبضے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے علاقائی سیاست میں زیادہ فعال کردار ادا کرنے کی کوشش کی۔ وہ کردار جو اس کے معاشی اور سیاسی عزائم سے منسلک تھا۔ اپنی سابقہ محتاط افغانستان پالیسی کو ترک کر کے بھارت نے وہ پالیسی بنائی جو افغان معاملات میں فعال کردار کی حامل تھی

تاکہ افغان معاملے کا ایسا حل سامنے آسکے جو بھارتی مفادات کو بھی محفوظ بناتا ہو۔ تاہم گذشتہ ایک دہائی میں افغانستان کے حوالے سے بھارتی پیش رفتوں کے کوئی دوررس نتائج نہیں نکل سکے ہیں۔ اور پھر عنقریب نیٹو اور امریکی افواج کا انخلا بھی ہونے والا ہے جس نے بھارتی مقاصد کو اور بھی خطرات سے دوچار کر دیا ہے اور اب بھارت کی حالت وہ ہے جسے ایک بھارتی بریگیڈیئر ''تذویراتی تعطل'' کا نام دیتا ہے۔(8) جس کی رو سے منموہن سنگھ حکومت نے افغان پالیسی کو سمیٹنا شروع کر دیا ہے تاکہ جو مفادات بٹورے گئے ہیں انہیں محفوظ کیا جاسکے۔

نئے حالات میں بھارت وہ اثر ونفوذ شاید حاصل کر لے تاکہ اس کے افغانستان میں مفادات محفوظ ہوسکیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ 2009 سے بھارت ایسی افغان پالیسی پر عمل پیرا ہے جو بھارت کے تذویراتی علاقائی مفادات سے مطابقت رکھتی ہے اور اس کی جیو پولیٹیکل حدود کے بہتر تخمینے پر مبنی ہے۔ افغان پالیسی میں یہ تبدیلی پرانی افغان پالیسی کی طرف مراجعت ہے جس میں اپروچ میں لچک اختیار کرتے ہوئے اپنے مرکزی ہدف کو خطروں سے دوچار کیے بغیر زیادہ وسیع آپشنز پر غور کیا جاتا تھا۔ تاہم خطرات میں توسیع کے حامل اس رویے کو بھارت ایسے استعمال کر رہا ہے کہ گریز کی پالیسی کی بجائے اس کے مواقع میں اضافہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ دہلی کی موجودہ افغان اپروچ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خطے کے دوسرے ایکٹرز کے ساتھ مثبت انداز میں تال میل سے کام لے تاکہ افغانستان میں اپنی سرمایہ کاری کو محفوظ کر سکے۔ اس تناظر میں دہلی پرانی پالیسی کی روشنی میں زمینی حقائق سے مطابقت اختیار کرتے ہوئے خود کو اس طرح انوالو کر سکتا ہے جو زیادہ وسیع اور تخلیقی مداخلت کہلائی جاسکے۔

اس مضمون میں پیش کیا گیا تجزیہ ان لوگوں کو ایک نیا زاویہ نگاہ دے گا جو

بھارت کی محتاط پالیسی کے ناقد ہیں یا روایتی موقف میں تبدیلی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔اس تجزیے کا مقصد جامد خارجہ پالیسی کے فائدے گنوانا نہیں۔ بلکہ اس کے بر عکس اگر بھارت کے افغان تجربے کو سامنے رکھیں تو نظر آتا ہے کہ ایک پس منظر میں حاصل صلاحیت لازم نہیں کسی دوسرے حوالے سے بھی اہمیت رکھتی ہو اور ایسا کرنا بعض اوقات پالیسی آپشنز میں توسیع کی بجائے تنگ دامانی کا سبب بن سکتا ہے۔ دہلی نے افغانستان کے حوالے سے توازن قائم رکھنے کے لیے ایک طرف مداخلت میں توسیع کی ہے تو دوسری طرف پالیسی کے ڈھانچے کو لچک پذیر رکھا ہے۔

ابتدائی دور، شروع کے ٹاکروں سے موجودہ گریز تک

بھارت کے افغانستان کے حوالے سے جو تزویراتی مفادات وابستہ ہیں ان کا پاکستان کے ساتھ اس کے پیچیدہ تعلقات سے گہرا تعلق ہے۔ سب سے پہلا معاملہ تو سکیورٹی کا ہے، اس حوالے سے بھارت کے مقاصد عالمی برادری کے ساتھ ہم آہنگ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ایک ایسا مضبوط و مستحکم افغانستان ہو جو دہشت گردی برآمد نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ بھارت افغانستان میں اپنا اثر و رسوخ مخالف ملک پاکستان کے افغانستان میں اثر و نفوذ کو کاؤنٹر کرنے کے لیے بھی چاہتا ہے۔(10) اسی پالیسی کی بنیاد پر بھارت نے افغانستان کی مالی معاونت شروع کی تا کہ ایک تو افغانستان میں مستحکم اور دوست حکومت قائم ہو اور دوسرا افغانی عوام میں بھارت کے لیے خیر سگالی کے جذبات پیدا ہوں (تفصیلی تجزیہ نیچے دیا جائے گا)۔

افغانستان میں بھارت کی دلچسپی کی دوسری وجہ ملک کو درپیش توانائی کا بحران ہے۔ بھارت مشرق وسطی کے تیل اور گیس کے ذخائر تک رسائی کا خواہش مند ہے۔

خود افغانستان میں بھی قابل تلاش وسائل موجود ہیں۔ اسی طرح ایک محکم افغانستان کسی متوقع علاقائی معاشی اتحاد کے لیے بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ (11) (اس معاملے میں بھی بھارت کے پاکستان کے ساتھ مشکل تعلقات ایک رکاوٹ ہیں)۔ اور آخری بات یہ کہ بھارت عالمی سطح پر جس رتبے کا متمنی ہے اس کے لیے مستحکم افغانستان کے لیے کام کر کے وہ عالمی برادری میں یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کرتا ہے جو امن اور ترقی کا حامل ہو تا کہ عالمی برادری یہ تسلیم کرے کہ علاقائی سکیورٹی میں بھارت ایک اہم کردار نبھا سکنے کے قابل ملک ہے۔ (12)

تاریخی تناظر میں دیکھیں تو بھارت کے افغانستان کے ساتھ بہتر تعلقات رہے ہیں۔ قدیم تہذیبی روایات سے لیکر ہندی سینیما کے زیر اثر ہمعصر تعلقات تک نظر دوڑائیں تو دونوں ملکوں کے درمیان ثقافتی قرب نظر آتا ہے۔ (13) جغرافیائی صورت حال جس نے کابل اور اسلام آباد اور اسلام آباد اور دہلی کے تعلقات کو آلودہ کر رکھا ہے، افغانستان اور بھارت کے تعلقات اس زنجیر سے بھی آزاد ہیں۔ تاہم اس کا دوسرا پہلو بھی ہے کہ بھارت کا افغانستان کے ساتھ براہ راست بارڈر نہ ہونے کی وجہ سے جیو پولیٹکلی نقصان بھی ہوا ۔ مادی عدم اتصال کی وجہ سے بھارت افغانستان کے ساتھ اچھے تعلقات کا رجحان رکھنے کے باوجود افغانستان میں اپنے مفادات کا دیرپا تحفظ ممکن نہیں بنا سکتا۔ اگر ایسا کوئی قدم بھارت اٹھائے بھی تو پاکستان کی سیاسی اور فوجی قیادت کے لیے یہ نا قابل قبول ہوگا۔ (14)

موجودہ افغانستان کی جغرافیائی حالت نتیجہ ہے اس مقابلے کا جو برطانوی اور روسی استعمار کے درمیان تھا، جس کے تحت اس خطے کو بفر زون رکھا گیا تا کہ دونوں کے توسیع پسندانہ عزائم پر حد عائد ہو سکے۔ برطانوی جب افغانستان پر براہ راست

قبضہ نہ کر سکے تو انہوں نے اسے کلائنٹ سٹیٹ بنانے کی کوشش کی۔(15) دوسری طرف روس نے وسطی ایشیائی لوگوں پر قبضے کی کوشش کی تو برطانیہ نے برصغیر پر اپنا قبضہ جمالیا جبکہ افغانستان کو نام نہاد طور پر خود مختار ریاست رہنے دیا گیا۔ جب برطانیہ برصغیر کو 1947 میں تقسیم کر کے چلا گیا تو انڈیا اور سنٹرل ایشیا کے درمیان موجود بفر زون مشرق کی طرف شفٹ ہو گیا، یعنی نئی قائم شدہ اسلامی ریاست پاکستان۔ اگرچہ مجموعی نفسیات کے حوالے سے افغانستان جنوبی ایشیائی ریاست کہی جاسکتی ہے مگر پاکستان کو بھارت اور شمال مغربی ریاستوں کے درمیان مرکزی پوزیشن مل گئی۔ دیگر جگہوں کی طرح جنوبی ایشیا میں بھی استعماری طاقتوں نے جو بارڈر بنائے ان کا مقصد قبل از استعمار کی جنوبی ایشیائی ریاستوں کا اقتدار اعلیٰ کمزور کرنا تھا۔ اسی اصول کے تحت پاکستان کے مشرقی اور مغربی سرحدوں کے ساتھ پشتونوں اور کشمیریوں کی آبادی کو تقسیم کیا گیا جس کی وجہ سے علیحدگی پسندی کے رجحان پیدا ہوئے۔ یہ عوامل تھے جو ان تین ملکوں کے درمیان باہمی تعلقات کی تشکیل کا سبب بنے، اور تعلقات کی یہ نوعیت آج تک قائم ہے۔

آزاد بھارت کی خارجہ پالیسی کی بنیاد اپنے مسائل تھے، جس میں کشمیر سب سے سنجیدہ مسئلہ تھا۔(16) پشتون کاز کی حمایت اور افغانستان کے سرحدوں سے متعلق دعووں کی حمایت کرنے کا فیصلہ اگر بھارت کرتا تو اس سے پاکستان کے ان دعووں کو بھی جواز مل جاتا جو وہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے حوالے سے رکھتا تھا۔ اس مجبوری کی وجہ سے بھارت کے ہاتھ بندھے تھے اس لیے افغان بھارت تعلقات سفارتی نوعیت کے اور استعداد کی تعمیر کے حوالے سے ترقیاتی منصوبوں میں تعاون تک یہ تعلقات محدود رہے۔(17) سرد جنگ کے زمانے میں بھی محدود مگر مثبت

تعلقات کا سلسلہ جاری رہا اگرچہ اس عرصے میں بھارت اور افغانستان دونوں غیر وابستہ ممالک کی فہرست میں تھے مگر روس نواز تصور ہوتے تھے۔ تاہم جب 1979 میں روس نے افغانستان میں مداخلت کی اور سرد جنگ کے زمانے کی پراکسی جنگ کو بھارت کے ہمسائے میں لے آیا تو پالیسی کے حوالے سے دہلی کے آپشن محدود تر ہو گئے۔ (18) پاکستان کے لیے امریکہ کی حمایت نے بھارت اور افغانستان کے تعلقات میں دراڑ پیدا کر دی، مزید براں دہلی کی طرف سے روسی مداخلت کی مذمت نہ کرنے کی وجہ سے بھی افغانستان اور سرمایہ دارانہ مغرب کے ساتھ بھارت کے تعلقات کو دھچکا لگا۔ دہلی کی طرف سے ترقیاتی منصوبوں میں معاونت میں اضافہ تو ہوا مگر وہ افغانستان میں بامعنی تبدیلی کے حوالے سے بے بس تھا۔ (19) سرد جنگ کے پورے دور میں عالمی سطح پر جو دو قطبی رویہ سامنے آیا تھا اس نے علاقائی سطح پر دلی کے آپشنز کو محدود کر دیا۔

امریکہ سعودی سپانسر، پاکستان کی سرپرستی میں ہونے والا جہاد، جو بالآخر 1989 میں روس کے افغانستان سے انخلا کی صورت میں کامیاب ہوا، اس نے دہلی کے نقطہ نظر سے پورے خطے کا نقشہ ہی بدل دیا۔ افغانستان کی کمیونسٹ حکومت نے کابل پر اپنی حکومت تو برقرار رکھی مگر مجاہدین کے مختلف گروہوں نے اس کا محاصرہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ تاہم جو حالات تھے اس میں بھارت طاقتور ردعمل دیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس موقع پر بھارت نے عدم استحکام کے حامل حالات میں رواداری پر مبنی اپروچ کا مظاہرہ کیا۔ بھارتی وزیر اعظم نرسمہا راؤ کو معلوم تھا کا خطے کی سکیورٹی کی دگرگوں صورت حال میں بھارت کہاں کھڑا تھا اور انہوں نے پاکستان کے افغانستان میں بڑھتے اثر ونفوذ کو قبول کر لیا۔ افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کے انہدام کے بعد راؤ

نے خوفناک اثرات کی شدت کو کم کرنے کے لیے مجاہدین کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور دہلی اور افغان پاور بروکرز کے درمیان اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کی۔(20) سوویت افغانستان کے دور اور موجودہ دور کی بھارتی پالیسی کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک سابق بھارتی سفیر نے ان تبدیلیوں کو دہلی کی طرف سے 'از سرنو افغان پالیسی' قرار دیا۔(21)

اس عرصے میں 1996 میں کابل پر طالبان کا قبضہ ہوا اور 1999 میں ایئر انڈیا کا طیارہ اغوا ہوا، جس کے بعد بھارت اور طالبان کے افغانستان میں کمپرومائز کی اگر کوئی صورت حال پیدا ہو بھی سکتی تھی تو وہ ختم ہو گئی۔(22) کابل پر طالبان حکومت کے بعد دہلی نے تذویراتی سطح پر غیر پشتون اتحاد، شمالی اتحاد کی طرف دست تعاون دراز کیا۔(23) افغان حکومت اس وقت بھارت کی قومی سکیورٹی مفاد کے لیے بڑا خطرہ بن رہی تھی، اس صورت میں شمالی اتحاد نے قابل اعتماد کاؤنٹر بیلنس طاقت کا کردار ادا کیا۔ دہلی نے طالبان کے خلاف لڑنے والے ان مختلف گروہوں کو خاموش اور محدود مدد دینا شروع کر دی مگر طالبان حکومت کے خلاف بھارت کی طرف سے نہ تو زیادہ قوت استعمال کی گئی اور نہ ہی کھل کر ان کی مدد کی گئی۔(24)

2001 میں افغانستان میں امریکی مداخلت نے خطے کی حرکیات کو تتر بتر کر دیا۔ امریکی سکیورٹی چھتری نے بھارت کو وہ موقع فراہم کیا کہ وہ اپنے جیوپولیٹکل المیے کا احاطہ کر پاتا۔ افغانستان کو مستحکم کرنے کے حوالے سے امریکہ نے جو کوششیں کیں اس کے نتیجے میں بھارت کو افغانستان میں زمینی طور پر موجود رہنے کا موقع ملا۔ مگر اس عرصے میں جو سکیورٹی کی ضمانتیں بھارت کو امریکہ کی طرف سے ملیں وہ ناکافی ثابت ہوئیں۔ جیسا کہ کرسٹین فیئر کے الفاظ میں ''امریکی سکیورٹی کی سکڑتی چھتری

تلے بھارت کو ایک بار پھر تلخ زمینی حقائق کا سامنا تھا۔ اور اس کی پوزیشن خراب تھی۔ بھارت کو افغانستان کے حوالے سے ایک بار پھر محدود جیو پولیٹیکل مفادات تک محدود ہونا پڑا۔ یہ عمل اگرچہ الل ٹپ انداز میں ہوا، جس میں بہت سی غلطیاں اور نقصان بھی ہوئے، تاہم جس وقت یہ سطور لکھی جا رہی ہیں، تو اس وقت ایسا لگ رہا ہے کہ بھارت کو افغانستان کی تعمیر نو کے حوالے سے تذویراتی طور پر بہتر جگہ حاصل کرنے میں کامیابی مل چکی ہے''

اس تجزیے میں اوپر جن اہداف کا ذکر ہوا یعنی سکیورٹی، استحکام، اثر و نفوذ اور سٹیٹس، وہ بھارت کی افغان پالیسی کا اہم حصہ رہے ہیں۔ آگے چل کر یہ بتایا جائے گا کہ مناسب صورت حال کی تخلیق، یعنی ایسی صورت حال جو اہداف کے حصول کو یقینی بنا سکے، اس کا انحصار افغانستان میں امریکی افواج کی موجودگی پر تھا۔ افغان جنگ کے معیارات 2011 میں عالمی امریکی نیٹو افواج کے انخلا کے بعد بدل چکے ہیں۔ تاہم عالمی افواج کے افغان انخلا نے افغانستان سے بھارت کے انخلا کے عمل کو زیادہ تیز نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس نے انڈیا کو جرات دی ہے کہ وہ افغانستان کے حوالے سے اپنی اپروچ پر نظر ثانی کرے۔ موجودہ صورت حال اور آئندہ متوقع تبدیلیوں کے حوالے سے انڈیا کا ردعمل یہ سامنے آ رہا ہے کہ وہ زیادہ لچکدار پالیسی فریم ورک ترتیب دے رہا ہے جو بھارت کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ وہ افغانستان میں اپنا اثر و نفوذ اور اپنے کچھ مفادات کو محفوظ کر سکے۔

عالمی سوچ، مقامی عمل: طاقت کے اظہار کے تجربے 2001-2009

2001 میں افغانستان میں امریکی مداخلت اور اس کے بعد تیز ترین انداز

میں تختِ کابل سے طالبان کی محرومی کے بعد دہلی نے بڑے پر جوش انداز میں کابل میں نئی تشکیل پانے والی کرزائی حکومت سے سفارتی تعلقات بحال کر لیے۔ کابل میں بھارتی سفارت خانہ دوبارہ کھول دیا گیا اور اس کے علاوہ ملک میں چار مختلف شہروں میں بھی قونصلیٹ قائم کر دیے گئے۔ فوجی معاونت سے اب بھی بھارت کی ہچکچاہٹ باقی تھی مگر مختلف شعبوں میں تعمیرِ نو کے حوالے سے بھارت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شروع میں بھارت کی طرف سے 1.2 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا عہد کیا گیا (جواب 2 ارب ڈالر کے قریب پہنچ چکی ہے)۔ یوں بھارت خطے میں افغانستان کے سب سے بڑے پارٹنر کے طور پر سامنے آیا جبکہ ڈونرز کی فہرست میں اس کی پانچویں پوزیشن ہے۔(25)

کوئی وقت ضائع کیے بغیر بھارت نے اپنا وزن بڑے پیمانے پر افغانستان میں ہو رہے انفراسٹرکچر کے منصوبوں کے پلڑے میں ڈال دیا۔ ان منصوبوں میں 218 کلومیٹر طویل ذرنج دلارام ہائی وے جو اندرونی افغان علاقوں سے ایران کی سرحد تک جاتی ہے، کابل کو شمالی گرڈ سے بجلی کی رسد کے لیے ٹرانسمشن لائن کی تنصیب، صوبہ ہرات میں بڑا ہائیڈرو الیکٹرم ڈیم اور علامتی طور پر بڑا کام یعنی افغان پارلیمنٹ کی عمارت کی تعمیر جیسے منصوبے شامل ہیں۔(26) اس کے علاوہ بھارت کئی دیگر ترقیاتی منصوبوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے جن میں استعداد کار کی تعمیر، خاص طور پر زرعی شعبے میں، اور خاص سماجی گروہوں کے لیے منصوبے جو ان علاقوں میں ہیں جہاں غیر محفوظ اقلیتیں آباد ہیں اور انسانی بنیادوں پر دیگر کئی منصوبوں میں مدد فراہم کر رہا ہے۔(27) استعداد کار بڑھانے کے منصوبوں میں بھارت افغان پولیس اور فوج کی تربیت بھی کر رہا ہے جس کی سیاسی اہمیت ہوگی۔(28)

MashalBooks.org

اسی طرح معاشی میدان میں بھی بھارت مہم جوئی کر رہا ہے ۔ پاکستان ، افغانستان، ترکمانستان اور بھارت کے درمیان 2008 میں گیس پائپ لائن فریم ورک اگریمنٹ بھی ہو چکا ہے۔ یہ منصوبہ 90 کی دہائی سے زیر بحث چلا آ رہا تھا جس میں 1000 کلومیٹر طویل پائپ لائن بچھائے جانے کا منصوبہ ہے جس سے ترکمانستان کی گیس کی کانوں کا براہ راست جنوبی ایشیا جیسے انرجی کی کمی کا سامنا کر رہے خطے تک رابطہ ہوگا۔(29) اسی طرح پاک بھارت ایران پائپ لائن کا منصوبہ بھی زیر غور ہے جس کے حوالے سے اب بھارت متذبذب ہے کیونکہ امریکہ کو اس کے حوالے سے تحفظات ہیں اور پابندیوں کا خدشہ ہے۔(30) 2003 میں بھارت اور افغانستان کے درمیان ترجیحی تجارت کا معاہدہ بھی ہوا جس کے تحت متعدد اشیا پر کسٹم ڈیوٹی کم کی گئی جس کے نتیجے میں باہمی تجارت کے حجم میں کئی گنا اضافہ ہوا اور 2009-2010 میں یہ حجم 588 ملین ڈالر تک پہنچ گیا۔ جبکہ افغان برآمدات کے حوالے سے امریکہ کے بعد بھارت دوسری بڑی مارکیٹ بن چکی ہے۔(31)

طالبان کے بعد کے افغانستان میں بھارت کی پر جوش سرگرمیاں تاریخی طور پر بھارت افغان سرد تعلقات کی برف کو پگھلا رہی ہیں۔اس سے یہ تاثر بھی مستحکم ہوا کہ محتاط سیاست کا دور ختم ہوا۔ یہ ایک ارادی کوشش ہے کہ اس طرح کا رویہ اختیار کیا جائے جس میں طاقت کے استعمال کا خطرہ ختم ہو جائے۔(32) اس خارجہ پالیسی مفروضے کے ذریعے بھارت نے سرحد پار اثر انداز ہونے کی اپنی محدود صلاحیت کا اظہار بھی کیا ہے اور طویل المیعاد معاہدوں سے بھی گریز کیا ہے تاوقتیکہ ان کی ضرورت پیش آ جائے۔(33) محتاط پیش قدمی تذویراتی گریز کے اصول سے بھی انکار ہے جو بھارت کی خارجہ پالیسی میں طویل عرصے تک رہنما اصول رہی ہے۔(34)

MashalBooks.org

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جیسا کہ یہ واضح نظر آتا ہے کہ بھارت افغانستان کے حوالے سے فوجی مداخلت سے گریزاں رہا ہے، جو ایک طرح سے تذویراتی پرہیز ہے۔ تاہم اسی بھارت نے امریکی قبضے میں افغانستان میں فعال کردار کے لیے کوشش کر کے اپنی مبالغہ آمیز صلاحیت کے تصور سے دھوکہ کیا ہے۔ محتاط پالیسی سے ہٹتے ہوئے بھارتی حکومت کے لئے امریکہ نے جو موقع تخلیق کیا اسے حاصل کیا تا کہ اپنا علاقائی ایجنڈا آگے بڑھا سکے۔ دہلی کا منصوبہ یہ تھا کہ جب مارکیٹ کے لحاظ سے افغانستان بھارت کا دست نگر ہو جائیگا تو بھارت کو وسطی ایشیا کے وسائل تک رسائی مل جائے گی اور پاکستان کو بھی روکا جاسکے گا جبکہ تیسری طرف عالمی سطح پر بھارت کو بڑی طاقت کا رتبہ مل جائے گا۔ (35) ایسا کرتے ہوئے بھارت نے پاکستان کے ساتھ تناؤ کو بڑا کر کے دکھایا اور جان بوجھ کر امریکی سرکردگی میں موجود اتحاد(تا کہ اسے یوایس نیٹو کی سکیورٹی کی چھتری میسر آسکے(36)) کا حصہ بنایا تا کہ افغانستان کیساتھ تذویری پارٹنر شپ کو فارمل رنگ دیا جاسکے(37) اور کابل میں دوست حکومت کے قیام کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ (38)

متعدد جواز پیش کیے جاسکتے ہیں کہ بھارت اس مرحلے پر اپنی محتاط خارجہ پالیسی کے عقیدے کو کیوں خیر باد کہہ کر سامنے آیا۔ اس کی ایک وجہ تو اسلامی شدت پسندی کا بڑھتا خطرہ ہے جو بھارت کے لیے اب ناقابل برداشت ہو چکا ہے، دوسرا جواز یہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ اس طرح غالبا پاکستان کو روکا جاسکتا ہے اور تیسرا جواز وسطی ایشیا کے تیل اور گیس کے ذخائر ہیں جو بھارت میں انرجی کے بڑھتے بحران کے لیے ضروری ہیں۔ مگر یہ تمام جواز تو امریکہ کے افغانستان سے حملے سے قبل بھی تھے۔ اس فیصلہ کن لمحے کی تشکیل ان مفادات نے کی جو انڈیا اور امریکہ کے ایک ہو گئے جبکہ

انڈیا اس خطے کی ابھرتی ہوئی معاشی اور سیاسی طاقت کے طور پر پیش رفت کر رہا ہے۔ سادہ انداز میں یوں سمجھ لیں کہ واشنگٹن اس خطے میں استحکام کا خواہاں تھا جس میں دہلی اپنے بڑھتی ہوئی طاقت کے ساتھ اثر ونفوذ چاہتا ہے۔

ایک سکالر نے اس مظہر کو ابھرتی طاقت کے لیے ٹیسٹ کیس کا نام دیا ہے۔(39) اور انڈیا کی افغان پالیسی اسی انداز سے ہی سمجھی جا سکتی ہے۔ ابھرتی ہوئی ریاستوں کے ہمیشہ عالمی عزائم ہوتے ہیں جبکہ وہ اپنے خطے میں گریز کی پالیسی اپناتی ہیں۔ اینڈریو ہرل کا تجزیہ ہے کہ برازیل، روس، بھارت، اور چین تمام ہی اسی عالمی، علاقائی اتحاد کی پیچیدگی کا اظہار کرتے ہیں:

> ''ان چاروں ملکوں کے حوالے سے دیکھیں تو خارجہ پالیسی علاقائی پس منظر کے گرد ارتقا کرتی نظر آتی ہے۔ علاقائی سکیورٹی کے رجحانات کو تبدیل کر کے، اور سماجی و معاشی علاقائیت کے رجحان کو قوی کر کے، آگے بڑھنا۔ اپنی تاریخی خود تفہیمی کے لیے علاقے محور ہوتے ہیں۔ بھارت اور روس خود کو بند علاقوں میں فطری لیڈر کے طور پر دیکھتے ہیں، وہ بند علاقے جہاں بیرونی مداخلت کو بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔۔۔۔''(40)

ڈیوڈ بالڈوین کی پیراڈاکس جو غیر محسوس طاقت کو 'وہ خام خیال قرار دیتی ہے کہ طاقت کے وسائل ایک پالیسی فریم ورک میں تو مفید ہوتے ہیں جبکہ دوسرے میں نہیں۔(41) مزید براں نتن پائی کا کہنا ہے کہ ہمسایہ پیراڈاکس پر بھارت کس طرح قابو پائے گا جو اندرونی چیلنج ہے کیونکہ بھارت اپنے ہمسائے نہیں بدل سکتا اور یہ کہ طاقت کی خواہش کو بھارت کے آس پاس کے ملکوں میں موجود ریاستوں کے عدم استحکام نے مشکل بنا رکھا ہے۔(42)

یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ 2001 میں افغانستان نے بھارت کی خارجہ پالیسی کو

MashalBooks.org

کئی چیلنجز کے سامنے لا کھڑا کیا۔ افغانستان کی ایک طرف پاکستان کا پرانا دشمن بھارت ہے تو دوسرے اہم کھلاڑی بھی اس سے ملحق ہیں جن میں چین ایران اور روس نمایاں ہیں۔ دوسری طرف عالمی سٹیج پر بھی افغانستان کا مسئلہ عالمی برادری کے لیے مرکزی اہمیت کا حامل ہے اور پھر عالمی طاقت امریکہ اپنے اتحادی پاکستان کے نہ چاہنے کے باوجود اپنے مفادات بھی افغانستان میں رکھتا ہے۔

اب اگرچہ جنوبی اور وسطی ایشیا میں امریکہ کا کردار غیر متعلق ہوتا جا رہا ہے تاہم 2001 میں اس کا کردار مرکزی تھا۔ بھارت امریکہ کے معاشی اور نفسیاتی مدار میں بھرپور طریقے سے پہلے روس کے افغانستان کے انخلا کے زمانے میں آیا اور پھر کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد (پہلے 1991 میں امریکی سرمایہ کاری کے لیے بھارت میں در کھلے اور پھر دوسرے واقعے کے بعد 1998 میں بھارت نے ایٹمی دھماکے کیے)۔(43) جبکہ امریکہ بھارت کے مدار میں اسوقت داخل ہوا جب اس نے افغانستان پر حملہ کیا۔ سوویت یونین کے اثر سے نکلنے کے بعد بھارت کو امریکہ کے ساتھ دوستی کو خفیہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ جب دو جمہوریتوں نے مفاہمت کی راہ چنی تو ان کے سیاسی فلسفے اور باہمی مقاصد ایک دوسرے کے قریب آنے لگے اور یوں دہشت گردی کے خلاف جنگ اور افغانستان کے معاملے پر دونوں ایک نقطے پر جمع ہو گئے۔

معاشی ترقی کے گھوڑے پر سوار اور عالمی سطح پر ملنے والی شہرت جو نوے کی دہائی میں لبرل اصلاحات سے ملی تھی، بھارت نے افغان جنگ کو ایک موقع سمجھا اور امریکی فوج کے زیر تحفظ افغانستان میں اپنی معاشی طاقت کا اظہار کیا اور اپنے لیے وہ جگہ بنائی جس میں وہ افغانستان کے مستقبل کی صورت گری اور پاکستان کے اس پر

MashalBooks.org

اثرات کم کرنے کی پوزیشن میں آ گیا۔(44) افغان معاملات میں دلچسپی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ بھارت اس سے عالمی برادری میں امن کا علمبردار بن کر بطور ذمہ دار ریاست خیر سگالی کے جذبات پیدا کر سکتا تھا۔امریکی قبضے میں افغانستان میں تعمیر نو کا نام لیکر بھارتی مداخلت ہوئی تو انڈین حکومت نے نہرو کا نعرہ لگایا کہ ہم افغان خودمختاری کا احترام کرتے ہیں، یہ ہمارا برابر کا پارٹنر ہے۔(45)

تاہم اس خطے کے حوالے سے بھارت کے عزائم کی خامیاں بھی اسی وقت سامنے آ گئیں جب امریکہ اور نیٹو افواج کے قبضے میں افغان معاملات میں بھارت کی مداخلت شروع ہوئی۔ عالمی برادری کی طرف سے مزاحمت، پاکستان کے ایٹمی ہتھیار اور پراکسی جتھے، غیر روایتی جہاد کا پڑوس میں جڑ پکڑنے کا خوف، اور داخلی سیاست کی وجہ سے دہلی اس فوجی اتحاد کا حصہ نہ بن سکا جو افغانستان میں قائم ہوا۔جس کی وجہ سے افغان معاملے پر جو عالمی مباحثے ہوئے ان میں انڈیا کھڈے لائن لگا رہا اور سرگرم کردار ادا نہ کر سکا۔کچھ لوگوں کو بھارت کے فوجی اتحاد کا حصہ نہ بننے پر شکوک ہیں۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ دہلی کی چوائسز محدود تھیں۔ بھارت کو ابھی غیر پختہ طاقت مانا گیا ہے جو برصغیر کی سیاست میں وراثتی عدم استحکام سے خود کو آزاد نہیں کرا پایا۔(46)اس کی معاشی اور سیاسی ترقی خطے کے پس منظر میں اپنے پاؤں نہیں پھیلا سکی۔

افغانستان میں امریکی مداخلت کے بعد بھارت کو ایک طرف چیلنج تو دوسری طرف موقع کہہ کر پیش کیا گیا۔ایک امتحان، جس پر بھارت نے یہ ردعمل دیا کہ اس نے عرصے سے جاری اپنی محتاط خارجہ پالیسی کو ترک کر دیا اور کچھ عدم استحکامات کے سامنے ایکسپوز ہو گیا اور آخر میں اپنے مفادات کو محفوظ رکھنے میں بھی ناکام رہا۔اس

مقالے کے اگلے حصے میں اس بات کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ انڈیا کیوں نا کام ہوا۔

''زیادہ پائیدار ڈھانچے'' کی تشکیل (47): 2009 سے اب تک

اگرچہ یہ ایک قابل تعریف امر ہے کہ 2001 کے بعد بھارت نے افغانستان میں جو ترقیاتی منصوبہ شروع کیا اس کے پیچھے کوئی بڑی حکمت عملی نہیں تھی۔ اور نہ ہی یہ کوئی فوری ردعمل تھا۔ ان ترقیاتی منصوبوں کے پیچھے سیاست بہر حال تھی۔ (48) ان ترقیاتی منصوبوں کا ہدف کچھ سیاسی عزائم تھے جو بھارت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان عزائم کی مختلف پس مناظر میں مختلف تشریح کی جا سکتی ہے۔ یہ تشریح چاہے سخت ہو یا نرم ایک بات حتمی ہے کہ عزائم بہت واضح تھے۔ امریکہ کے افغان قبضے کے بعد دہلی کی افغان پالیسی کا انحصار اس پر تھا کہ امریکہ افغانستان اور پاکستان کے حوالے سے کچھ استحکام کی کیفیت پیدا کرے گا جس سے بھارت کو یہ موقع ملے گا کہ وہ خطے میں اپنے مفادات کو آگے بڑھا سکے گا اور اسے کچھ سیاسی اور معاشی مفادات ملیں گے۔ (49) ان حالات میں انڈیا نے یہ کوشش کی کہ وہ زمینی سطح پر افغانستان میں موجود رہے (بغیر کسی کی طرف سے حملوں کا نشانہ بنے) اور جہاں ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے سے عوام سے تعلق بنایا جائے وہیں کابل میں بننے والی نئی حکومت کو بھی شیشے میں اتارا جائے (تا کہ وسطی ایشیائی ریاستوں کی منڈیوں اور توانائی کے ذخائر تک رسائی مل سکے)۔ بڑی سطح کے مفادات نہ سہی تو کم سے بھارت یہ تو کر ہی سکتا تھا کہ وہ مستحکم افغانستا کی تخلیق میں میں مدد کر سکے، ایسا افغانستان جو پاکستانی اثرات سے آزاد ہوتا اور جس کے ساتھ تجارت ہو سکتی تھی۔

تاہم ترقیاتی میدانوں میں کچھ کامیابیوں کے باوجود (جن میں عام

افغانیوں کی زندگی میں بہتری اور عوامی سطح پر خیر سگالی کے جذبات کی تخلیق شامل تھی۔(50)) بھارت کی افغان پالیسی کو ٹھوس تذویراتی کامیابیاں نہ مل سکیں۔ کئی محاذوں پر بھارتی تخمینے ناکافی ثابت ہوئے۔ نہ تو طالبان کو خاموش کیا جا سکا اور پاکستان نے بھی افغان صورت حال میں زیادہ گہری مداخلت حاصل کرلی۔2002 سے 2009 کے درمیان بھارتی پروجیکٹس ،تنصیبات اور عملے پر حملوں میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔(51)

نہ صرف یہ کہ بھارتی منصوبوں پر حملے معمول کی کارروائیاں تھیں بلکہ انڈیا کی جانب سے جو کوششیں افغانستان کے حوالے سے کی جارہی تھیں انہیں امریکہ اور دیگر اتحادی ملکوں کی جانب سے کبھی بھی تہہ دل سے نہ سراہا گیا، جو پاکستان کے تمام حقیقی اور خیال محرومیوں کے حوالے سے زیادہ حساس رہے۔(52) بھارت چیختا رہا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات نہ کیے جائیں(بھارت کا موقف تھا کہ معتدل پسند طالبان نام کی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں) مگر بھارت کے ان مظاہروں پر کسی طرف سے کان نہ دھرا گیا۔ عالمی سطح پر بھارت کے اس نقطہ نظر کے خلاف اجماعی صورت حال لندن میں افغان امور پر2010 میں ہونے والی کانفرنس میں کھل کر سامنے آئی جہاں بھارتی مندوبین کے اعتراضات کو مکمل طور پر نظرانداز کردیا گیا۔(53) افغان ترقیاتی پروگرام کے حوالے سے بھارت کی کامیابیوں کو تو عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا مگر عالمی سطح پر افغان مسئلے کے حوالے سے ہونے والے فیصلہ سازی کے امور میں بھارت کی شرکت کے حوالے سے کوئی کوشش نہ کی گئی۔

مزید برآں بھارت کی کوششیں اسے مارکیٹس اور اہم وسائل تک رسائی نہیں دے رہی تھیں۔ جبکہ اس کے برعکس بھارتی کی بزنس مہم جوئیاں اور ترقیاتی

MashalBooks.org

منصوبے آہستہ آہستہ عدم استحکام کا شکار ہوتے جا رہے تھے۔(54)

تاجکستان، افغانستان، پاکستان اور انڈیا (ٹی اے پی آئی) جیسا منصوبہ عملاً تعطل کا شکار ہو چکا تھا۔ انڈیا افغانستان ترجیحی تجارت کا معاہدہ استعمال ہی نہیں ہو رہا تھا کیونکہ درمیان میں پاکستان آتا تھا جو دونوں ملکوں کے درمیاں تجارتی راہداری دینے پر تیار نہ تھا اور حال ہی میں اسے یہ اجازت ملی ہے۔(55) 2005 میں بھارت کو ایک بڑی کامیابی اسوقت ملی جب وہ سارک ممالک کے اجلاس میں افغانستان کو لے آیا، اور یہ قدم آگے چل کر اہم ثابت ہو سکتا تھا، خاص طور پر خطے کی انرجی کی ضروریات کے حوالے سے(56)، مگر یہ قدم بھی افغانستان کے حوالے سے زیادہ ثمر آور ثابت نہ ہو سکا۔

آخر کار اپریل 2011 میں پاکستان کے آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی اور وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کابل میں افغانی صدر حامد کرزائی سے ملے تا کہ پاکستان کو کابل اور طالبان کے درمیان مذاکرات اور مصالحت کے لیے اجازت دینے کے حوالے سے فارمل معاہدہ کیا جا سکے۔(واشنگٹن نے اس معاہدے کو تسلیم کیا اور اس بات کی تصدیق کی کہ مصالحت کے عمل میں پاکستان شامل ہو گا(57))۔ پاکستانی میڈیا کی طرف سے اس معاہدے کو تاریخ ساز معاہدہ قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ کابل اور پاکستان دونوں کے لیے یہ معاہد مفید ثابت ہو گا۔(58) اس کے بعد لگا کہ بھارت کی قسمت پر مہر لگا دی گئی ہے، اور بھارت اپنا اہم ترین ہدف حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا جو یہ تھا کہ پاکستان کو کابل پر اپنا اثر و نفوذ استعمال نہ کرنے دیا جائے۔

اس کے بعد دہلی افغانستان کے حوالے سے اپنے منتخب کردہ راستے کو جواز دینے کی پوزیشن میں نہ رہا کیونکہ یہ اپروچ ان سیاسی اہداف کے حصول میں ناکام رہی

جو دہلی میں پالیسی میکرز نے سوچی تھی۔ یہ واضح ہے کہ دہلی نے2008میں کابل میں بھارتی سفارت خانے پر ہوئے حملے اور2010میں کابل گیسٹ ہاؤس پر ہوئے حملے جس میں10بھارتی شہری ہلاک ہوئے تھے، کے واقعات کے بعد افغانستان میں اپنی مداخلت کو اندرونی رکاوٹیں کہنا شروع کر دیا۔2009کے بعد بھارت کے افغانستان میں انفراسٹرکچر کے بہت سے پروجیکٹ تکمیل کے مراحل کو پہنچ گئے تو بھارت کو موقع مل گیا کہ وہ اس کے بعد بغیر اعلان شکست کیے افغانستان میں اپنی موجودگی کو محدود کرتا چلا گیا۔ دہلی کا اصرار ہے کہ اس پس قدمی کا تعلق سکیورٹی کے اس خلا سے نہیں ہے جو امریکہ انخلا2014کے بعد پیدا ہوگا۔ بلکہ اس کی بجائے بھارتی پالیسی سازوں نے پالیسی میں اس تبدیلی کو ملک کی افغان حکمت عملی کو مناسب موقع تخلیق کرنے سے جوڑ دیا۔(60) مگر حقیقت یہ ہے مختلف فیکٹرز بشمول کابل اور اسلام آباد کے درمیان تخلیق پانے والی مصالحت، نے بھارت کو اس پوزیشن پر لا کھڑا کیا جہاں وہ افغانستان میں اپنی مداخلت کے بنیادیں دوبارہ طے کرتا۔(61)

بھارت کی افغان پالیسی، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے، بنیادی طور پر یہ تھی کہ افغانستان میں دوست حکومت قائم ہو اور افغانستان ایک مستحکم ملک کے طور پر سامنے آئے اور انڈیا کے حوالے سے یہ تاثر ابھرے کہ وہ علاقائی امن کا علمبردار ہے۔ مگر اب انڈیا کی نئی پالیسی فارمولیشن میں اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ افغان ایشو میں پاکستان کی محوریت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیقت اب سمجھ میں آ رہی ہے کہ پاکستان کا کردار چاہے منفی ہو یا مثبت، خطے کی ریاضیات میں اہم تغیر کے طور پر موجود رہے گا۔ پاکستان کی منظوری اور رضامندی کے بغیر خطے میں قیام امن ناممکن ہوگا۔ کابل کے ساتھ اپنے معاہدوں سے دستکش ہونے کے باوجود بھارتی حکومت نے

دوبارہ یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ افغانستان کے لیے مالی معاونت اور ترقیاتی منصوبوں میں شراکت جاری رہے گی۔ سال 2011 میں افغان بھارت اعلیٰ سطحی دوروں کے بعد طے ہوا ہے کہ ورک فورس سے سکیورٹی افواج کی استعداد کی تعمیر تک بھارت افغانستان میں شمولیت کو زیادہ فعال بنائے گا۔ بھارتی وزیراعظم نے اپنے عزائم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ باہمی تعاون کو دوارب ڈالر تک بڑھایا جائے گا اور بتایا کہ بھارت کی توجہ کا مرکز افغان سوشل سیکٹر، زراعت، استعداد کی تعمیر، بھارتی منڈی تک افغانستان کی رسائی اور انفراسٹرکچر میں مستقل سرمایہ کاری ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیاں سکیورٹی اور لا انفورسمنٹ اور جسٹس کے حوالے سے معاہدے ہوئے اور انڈیا نے وعدہ کیا کہ وہ افغان سکیورٹی فورسز کی استعداد بڑھانے میں معاونت کرے گی۔ نمایاں بات یہ ہے کہ منموہن سنگھ نے کابل کے اس فیصلے کی بھی حمایت کی ہے جس کے تحت انہوں نے طالبان سے مذاکرات اور مفاہمت کا فیصلہ کیا ہے۔(62)

بھارت کی خارجہ پالیسی کو تحلیل کر کے دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ انہوں نے افغان پالیسی کا ایک ایسا ڈھانچہ ترتیب دیا ہے جس سے وہ صورت حال کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں تبدیلیاں کر سکتے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ خدشات کے باوجود صورت حال نے جو موڑ لیا ہے بھارت اس کے ساتھ نباہ کر رہا ہے، سکیورٹی فورسز کے ساتھ اور مقامی سطح پر تعلقات کے قیام (جو بھارت نے ترقیاتی منصوبوں کے حوالے سے بنائے ہیں) کی دورخی پالیسی ہے جو بھارت نے افغانستان کے حوالے سے اختیار کی ہے۔ بھارتی پالیسی سازوں کا خیال ہے کہ افغان حکومت کو وہ دیا جائے جو اسے حکومت کرنے کے لیے ضروری ہے، اور افغان عوام کو وہ مہیا کیا

جائے جوان کی زندگی کے لیے ضروری ہے، اس طرح افغانستان کے حوالے سے جو بھی صورت حال سامنے آئے گی انڈیا ہر صورت میں ناگزیر ایکٹر کے طور پر موجود رہے گا۔ ان دونوں دائروں میں افغانستان سے تعاون کر کے وہ ماحول تخلیق کر سکتا ہے جس میں کمرشل سیکٹر فعال رہ سکے اور نجی شعبہ افغانستان میں سرمایہ کاری احساس تحفظ کے ساتھ کر سکے جس سے ملک میں بھارت کے اثر ونفوذ میں بھی اضافہ ہوگا۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بھارت نے افغانستان کے حوالے سے ہمیشہ حکمت عملی سے تہی پالیسیاں بنائی ہیں جن کے نقصان دہ اثرات ملک پر ہوئے ہیں۔ تاہم اس کو دوسرے انداز سے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ بھارت کی پالیسی لچک پذیر ہے جو مختلف حالات میں کام کر سکتی ہے۔ اب افغان سکیورٹی فورسز کے ساتھ بہتر تعلقات اور افغانستان کے پاور سیکٹر میں سرمایہ کاری کر کے، دہلی طالبان کے ساتھ مذاکرات پر راضی ہو چکا ہے۔ ظاہری سطح پر یہ سب بھارت کے نقطہ نظر سے توقعات سے ہٹ کر ہے کیونکہ بھارتی پالیسی ساز جانتے ہیں کہ طالبان کے ساتھ مصالحت کا مطلب ہے پاکستان کے ساتھ بالواسطہ لین دین، اور پاکستانی آئی ایس آئی کو پوسٹ امریکہ افغانستان میں زیادہ کھل کھیلنے کی آزادی دینا۔ (63) مزید برآں اس بات کا امکان بھی غالب ہے کہ پاکستان اس برتری کو کابل دہلی تعلقات کو خراب کرنے کے لیے استعمال کرے گا۔ تاہم اس طرح کی صورت حال سے بچنے کے لیے بھارت اپنی کوشش کر رہا ہے۔

دہلی کے پالیسی سازوں کی اولین ترجیح یہ ہے کہ افغانستان میں زیادہ نمایاں ہو کر نظر نہ آیا جائے اور اپنا اثر ونفوذ بھی کم نہ کیا جائے۔ (64) ایک طرف بھارت کے افغانستان میں بڑے منصوبے پورے ہو چکے ہیں، بھارت اب افغان حکومت سے

لیکر مقامی کمیونٹیز تک رقوم کے ذریعے امداد پہنچائے گا۔(65) اس مالی معاونت سے جو چھوٹے مقامی منصوبے شروع ہوں گے، وہ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ مقامی لوگوں کی اس میں شرکت ہو اور وہ انکے مالک ہوں اور بھارتی وزارت خارجہ کے بقول اس طرح کی مالی مدد عسکریت پسندوں کو نہیں مل سکے گی۔(66) مزار شریف، جلال آباد، قندھار اور ہرات میں موجود بھارت قونصلیٹ بھارت کو اس قابل بنا دیں گے کہ وہ ان منصوبوں میں شامل مقامی کمیونٹیز سے براہ راست تعلقات قائم کر سکے۔ ان علاقوں میں اکثریتی آبادی پشتونوں کی ہے جن کے ساتھ بھارت کی تاریخ ہمدردانہ رویوں کی حامل رہی ہے۔

ان روابط کی ماہیت سے متعلق دستیاب معلومات اگرچہ انتہائی کم ہیں، مگر ان کے قونصلرز کی سرگرمیوں کو پاکستان کی طرف سے خفیہ سرگرمیاں قرار دیا جاتا ہے۔ پاکستان کی طرف سے متواتر یہ الزام سامنے آ رہا ہے کہ بھارت پاکستان کے بارڈرز کے اندر بغاوتوں کی آگ کو بھڑکانے کے لیے خفیہ طور پر کام کر رہا ہے۔(67) اگرچہ ان الزام کو ثابت کرنے والے شواہد بہت کم ہیں تاہم ایک بات واضح طور پر عیاں ہے کہ بھارتی چھوٹے ترقیاتی منصوبے جن علاقوں میں شروع ہوئے ہیں وہ پاکستان کی سرحد سے ملحق ہیں اور ایک حالیہ مطالعے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ افغانستان میں بھارتی مداخلت نرم نہیں ہے۔(68) اس لیے ان منصوبوں اور بھارتی قونصل خانوں سے متعلق پاکستانی شبہات خلاف توقع نہیں ہیں۔(69)

بھارت کی طرف سے ایسے اشارے بھی ملے ہیں کہ وہ متعدد شعبوں میں عالمی پارٹنرز کے ساتھ مل کر افغانستان میں کام کرنے پر آمادہ ہے۔(70) امریکہ نے متعدد پروجیکٹس اور پروگراموں میں بھارت کے ساتھ مل کر کام کرنے کا عندیہ دیا

MashalBooks.org

ہے۔(71) اس طرح کے منصوبے بھارت کے اخراجات کو کم کرنے کے علاوہ یہ کام بھی کریں گے کہ پاکستان کے خدشات کم سے کم ہوں کیونکہ تھرڈ پارٹی ضمانت پاکستان کو میسر ہو گی۔ اس اقدام سے پاکستان کے دعووں کا اعتبار ختم ہو گا، اس کے علاوہ بھارت نے یہ بھی کیا کہ ایک ایجنسی برائے پارٹنر شپ ان ڈویلپمنٹ بھی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے جو بھارت وزارت خارجہ کے ترقیاتی منصوبوں کو کنٹرول کرے گی جس سے سیاسی دباؤ میں بھی کمی ہو گی اور غیر معقول تنقید کا رخ بھی موڑے گی۔(72) پالیسی سازوں کی طرف سے اس اقدام کو خوش آمدید کہا گیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اس سے امداد کی ترسیل آسان اور موثر ہو گی بلکہ اس سے مربوط امدادی حکمت عملی سامنے آئے گی جو بھارتی مفادات کو بہتر طور پر محفوظ رکھ سکے گی۔(73)

سکیورٹی کے شعبے میں تعاون کے معاملے پر، جون 2011 میں دہلی کے دورے کے دوران افغان وزیر دفاع جنرل عبدالرحیم وردک نے کہا تھا ''ہم ہر اس تعاون کو خوش آمدید کہیں گے جو افغان قومی سکیورٹی فورسز کو اپنے ملک کے دفاع کے قابل بنانے کے لیے تربیت یا مدد کی شکل میں کیا جائے گا''۔ اس موقع پر انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ فوجی ساز و سامان کی ترسیل کے حوالے سے بھی مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے۔(74) ان کے ہم منصب بھارتی وزیر اے کے انٹونی نے بھی اس موقع پر عزم کا اظہار کیا تھا کہ بھارت افغان نیشنل سکیورٹی فورسز کی استعداد کی تعمیر کے حوالے سے پر عزم ہے۔(75) دہلی میں امریکی سفیر کی ایک خفیہ خبر کے مطابق ''اس وقت بھارتی حکومت سالانہ 100 افغان فوجیوں کی تربیت کر رہی ہے اور منصوبہ ہے کہ اس پروگرام میں مزید توسیع لائی جائے۔ بھارت نے افغانستان کو جدید لائٹ ہیلی کاپٹر دینے اور افغان فضائیہ کے پائلٹس کو تربیت دینے کی بھی پیشکش کی ہے۔ بھارتی حکومت نے

MashalBooks.org

افغان افواج کو کار اور ٹرک بھی مہیا کیے ہیں۔ حکام نے بتایا ہے کہ افغان اہلکاروں کے ساتھ افغان پولیس، عورتوں اور بم ڈسپوزل سکواڈ کو تربیت دینے پر بھی بات کی ہے تاہم اس سلسلے میں بڑے پیمانے پر تربیتی پروگرام شروع نہیں ہو سکے ہیں۔"(76)

بھارت کے اب افغان آرمی اور پولیس کے ساتھ گہرے مراسم ہیں۔ ان تعلقات میں آنے والی وسعت کے بعد اب دونوں ملکوں کے تعلقات سیاسی حدود سے نکل کر اداروں کی سطح تک پہنچ گئے ہیں۔

سیاسی سطح پر افغان بھارت تعلقات ابھی غیر یقینی صورت حال کا شکار ہیں۔ کرزائی کی حکومت کو غیر متزلزل حمایت مہیا کر کے دہلی نے طالبان کے ساتھ مفاہمت کے پروگرام کی توثیق کر دی ہے جس سے نہ صرف صدر کرزائی کی حکومت کے اختیارات میں کمی آئے گی بلکہ پاکستانی اثر ونفوذ کو بھی بڑھاوا ملے گا۔ مگر اس کے باوجود یہ اپروچ حقیقت پسندی کی آئینہ دار ہے۔ طالبان کے ساتھ گفت وشنید آگے بڑھے گی، تاہم اس حوالے سے یہ بات طے ہے کہ دہلی چاہے یا نہ چاہے ، اگر اس نے ان مذاکرات کی مخالفت کی تو وہ افغان مسئلے کے مرکزی عمل سے علیحدہ ہو جائے گا۔ مفاہمتی اپروچ اس مستحکم پالیسی کا سبب ہوگی جس طرح افغانستان سے روسی انخلا کے بعد اختیار کی گئی اور انڈیا کے پاس یہ موقع ہوگا کہ وہ اپنی لچکدار پالیسی کی بنیاد پر خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں لا سکے۔ جیسا کہ ایم کے بھدر کمار کہتے ہیں:

"بھارت کو افغان پالیسی کے حوالے سے پاکستان کے شکوک کم کرنے میں کامیابی ملی ہے۔ بلاشبہ پاکستان کے شکوک اور بھارت کے سکیورٹی خدشات اپنی جگہ موجود ہیں اور اس بات میں کافی وقت لگے گا کہ انڈیا اور

پاکستان افغانستان کے استحکام کے حوالے سے متفق ہوسکیں۔ تاہم پاکستان اور بھارت کے درمیان افغان مسئلے پر کم سے کم جمود سے افغان مسئلے کے پائیدار حل کی راہ ضرور ہموار ہوگی''(77)

اس پس منظر میں دیکھیں تو لگتا ہے کہ بھارت خارجہ پالیسی کے ماہرین کی رائے کو توجہ دے رہا ہے، جیسا کہ ڈیوڈ ایم میلون لکھتے ہیں ''اگر اس سلسلے میں جواباً تلخ رویہ اختیار کیا جائے، جیسا کہ بعض بھارتیوں کا خیال ہے، تو کراس بارڈر ٹیررزم میں بھی اس سے اضافہ ہوسکتا ہے، اس لیے یہ عاقلانہ پالیسی ہے کہ بھارت اپنی تمام طاقت کو استعمال میں لاتے ہوئے پاکستان کے کشیدہ حالات کو مزید خراب نہ کرے''(78)

جس طرح بھارتی سیاستدان لچکدار حکمت عملی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، بھارت کا کمرشل سیکٹر بھی افغانستان کے حوالے سے تخلیقی اپروچ اختیار کر رہا ہے۔ اس کی مثال پہلے کبھی نہیں ملتی کہ سٹیل اتھارٹی آف انڈیا نے جولائی 2011 میں اعلان کیا کہ بھارت کی چھ سٹیل ملیں ایک کنسورشیم بنائیں گی جو افغانستان کے حاجی گک کے لوہے کے ذخائر کو نکالیں گی۔(79) اس کنسورشیم کی کامیابی نومبر 2011 میں سامنے آئی جب پانچ میں سے چار حاجی گک بلاکس کا اعلان کیا گیا۔(80) اس کا اعلان ایک ماہ بعد کیا گیا جب انڈیا نے 900 کلومیٹر طویل ریلوے ٹریک کی تعمیر کا اعلان کیا جب حاجی گک کے افغان علاقے کو ایران کے بھارتی تعاون سے تیار کیے گئے بندرگاہی علاقے چابہار سے جوڑے گی۔(81)

پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ بھارت میں مقبول تصور ہے لیکن سٹیل اتھارٹی آف انڈیا لمیٹڈ کی پیش رفت پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کی ایک انوکھی مثال ہے جس

میں خام مال بیرونی ملک کا ہے۔(82)

بھارتی حکومت کے اس فیصلے کے پیچھے جیو پولیٹکل مقاصد بھی کارفرما ہیں، اس سے بھارت کو افغانستان میں آنے والی تبدیلی کے عمل میں مرکزی کردار مل جائے گا۔ یاد رہے کہ 1.8 ارب ٹن کے حاجی گک لوہے کے ذخائر افغان صوبے بامیان میں ہیں جو ایک دور میں موجودہ شاہراہ ریشم کا اہم نقطہ تھا۔ اب اس طرح کے منصوبے زیر غور ہیں کہ بامیان کو صنعتی مرکز میں ڈھال دیا جائے تاکہ افغانستان عالمی مارکیٹ کے ساتھ جڑ جائے۔(83) یہ ان بڑے پیمانے کے منصوبوں کا حصہ ہے جس کے تحت افغنستان کو ایک بار پھر یورپ اور مڈل ایسٹ کے ساتھ برصغیر اور جنوب مشرقی ایشیا کے درمیان محوری راہداری کا روایتی مقام دیا جانا ہے۔(84) ایسے مستقبل کا انحصار لازماً افغانستان کے ہمسایہ ممالک کے اقدامات پر ہے۔ اس حوالے سے دیکھیں تو علاقائی تعاون کے مظہر کی تصدیق کے لیے افغانستان ایک ٹیسٹ کیس ہے۔ اب جبکہ انڈیا افغانستان کے حوالے سے اپنی حکمت عمل کو نئی شکل دے رہا ہے اور افغانستان میں امریکہ اور پاکستان کا کردار کم ہونے جا رہا ہے، تو اس ٹیسٹ کے لیے ضروری ہوگی کا علاقائی سطح پر اجماعی صورت حال پیدا ہو۔

علاقائی سوچ، علاقائی اقدام: آگے بڑھنے کی راہ

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ افغانستان میں بھارتی مداخلت کے پیچھے یہ تصور تھا کہ امریکی سکیورٹی کی چھتری تلے پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کیا جائے۔ عدم استحکام کے شکار افغانستان سے امریکی انخلا کے بعد پاکستان اور امداد پر منحصر پاکستانی فوج کو عدم تحفظ کا سامنا ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر 1989 کا سوویت انخلا ذہن میں آتا ہے۔ اس وقت بھارت نے جو ردعمل دیا تھا وہ آج کے ردعمل سے کئی حوالوں سے مختلف ہے۔ ان مداخلتی سالوں میں انڈیا کو معاشی، سیاسی اور سماجی حوالے سے بہت سے مفادات ملے، اور یہ وہ اثاثے تھے جنہوں نے انڈیا کی حوصلہ افزائی کہ وہ 2001 کے بعد افغانستان میں اپنی مداخلت بڑھائے اور یہی وہ اثاثے ہیں جو اب بھی اسے اکسائیں گے کہ وہ افغان مسئلے میں مداخلت کی پالیسی قائم رکھے۔ امریکا کا گھٹتا اثر ورسوخ اور پاکستان کو درپیش مشکل صورت حال وہ ماحول تخلیق کر رہے ہیں جو بھارت کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ ان اثاثوں کو پڑوسیوں کے لیے استعمال کرے اور

علاقائی سطح کا اجماع تعمیر کرے۔

بھارت کی خارجہ پالیسی پر بحث کرتے ہوئے میں نے اس کی تین سطحوں کا ذکر کیا ہے جو بالترتیب کچھ یوں ہیں، بھارتی خارجہ پالیسی کی پہلی سطح تو قریب ترین ہمسائے ہیں جہاں بھارت اپنی برتری چاہتا ہے، دوسری سطح پر وہ ملک آتے ہیں جو کچھ دوری پر موجود ہمسائے ہیں (ایشیا اور بحیرہ ہند کی پٹی پر موجود ملک) جس کے حوالے سے بھارت کی خواہش ہوتی ہے کہ توازن رہے جبکہ تیسری سطح عالمی تعلقات کی ہے جہاں بھارت اپنے مقام کا خواہش مند ہے۔(85) موجودہ صورت حال میں افغانستان کے ساتھ جو تعلقات ہیں وہاں دہلی کی خارجہ پالیسی کسی درمیانی سطح پر فوکس نظر آتی ہے جس میں خطے کے اہم عوامل کے ساتھ تعلقات غیر یقینی ہیں مگر مثبت انداز سے افغان مسئلے میں دلچسپی کا عمل جاری ہے۔

یہ تعلقات اس حد تک غیر یقینی کا شکار ہیں کہ افغانستان سے متعلق خطے کی اپروچ کے حوالے سے سیاسی رضامندی کا فقدان ہے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ افغانستان کی تعمیر نو کے حوالے سے کسی بڑے قدم کا اٹھایا جانا علاقے میں حکمت عملیوں میں تبدیلیوں اور مقابلے کی فضا کو بڑھادے گا۔(86) تاہم زیادہ تر کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ علاقائی سطح کا تعاون اصولی طور پر مطلوب ہے جو افغانستان میں استحکام اور ترقی لاسکتا ہے...... مگر عملاً اس طرح کا علاقائی تعاون حاصل ہو پانا ناممکن نظر آتا ہے۔(87) اگرچہ قومی مفادات پر سودے بازی کوئی آپشن نہیں ہے، تاہم یہ یقیناً ممکن ہے کہ ان مفادات کو مستحکم کیا جائے جو ایک دوسرے سے منتھی ہیں۔ اس قسم کے عمل کی حوصلہ افزائی کے حوالے سے دیکھا جائے تو بھارت سب سے بہتر پوزیشن میں ہے۔ خطے کے دیگر اہم ملکوں کے مفادات اگرچہ مختلف ہیں (ان میں چین، روس،

ایران، وسطی ایشیائی ریاستیں اور سعودی عرب) مگر بھارت اور امریکہ کے مفادات ایسے ہیں کہ اس میں ان تمام ممالک سے ہم آہنگی کی گنجائش موجود ہے (سوائے پاکستان کے استثنا کے)۔(88)

خطے میں فعال طاقتوں کے متصادم مفادات اور بھارتی وزارت خارجہ کو دستیاب محدود وسائل کی وجہ سے یہ تو نظر نہیں آتا کہ بھارت کوئی بڑی ڈیل کر سکے تاہم بھارت نے اس حوالے سے تو ویسے ہی سبقت حاصل کر لی ہے کہ اس نے افغانستان کی معیشت کو جنوبی ایشیا سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اس سمت میں مزید کوششیں کی جاسکتی ہیں۔ اس حوالے سے تمام مبصرین متفق ہیں کہ افغانستان کی تعمیر نو اور اس کو متحد کرنا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ اس کا وہی تاریخی کردار......یعنی براعظموں کے درمیان چوراہا...... پھر اس کو دلایا جائے (89)۔ اس حوالے سے کوششوں میں انڈیا قائدانہ کردار ادا کرسکتا ہے جو پہلے ہی افغانستان میں ٹرانزٹ راستوں کے تعمیر کے کام میں شریک ہے۔

بھارت کی اس نمایاں پوزیشن پر بہترین تبصرہ افغانی وزیر برائے کان کنی، وحید اللہ شہرانی نے ایک انٹرویو میں ان الفاظ میں کیا:

> ''بھارت کو ترجیحی پوزیشن حاصل ہے۔ تاریخ اور روایتی تعلقات جو دو ملکوں کے درمیان موجود رہے ہیں، ان کے علاوہ بھارت اس وقت دنیا کی چوتھی بڑی معیشت ہے اور 2030 تک بھارت اشیائے صرف کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی منڈی بن جائے گا۔ جون میں حاجی گگ منصوبے کے بعد میں مزید پانچ منصوبے اب ٹینڈر کرنے جا رہا ہوں۔ ان میں سے تین کانسی اور دو سونے کے ذخائر کی کھوج کے منصوبے ہیں، جو ملک کے مختلف حصوں میں شروع ہونے ہیں۔ فروری

2012 میں مزار شریف میں تیل کی دریافت کے ایک بڑے منصوبے کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ بھارتی کمپنیوں سے ہماری بات ہوئی ہے جو ملک میں کرومائیٹ کی ذخائر کی تلاش کا کام کریں گی۔ افغان ذخائر کا سب سے بڑا معاشی فائدہ یہ ہے کہ یہ کھلے ذخائر ہیں جنہیں آسانی سے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں سیمنٹ کی بھی بڑی کھپت کی گنجائش ہے، ہم ایک جنگ زدہ علاقہ ہیں اور تقریباً 6.5 ملین ٹن سیمنٹ کی کھپت یہاں ہوگی۔ بھارت دنیا میں سیمنٹ کی پیداوار کے حوالے سے سب سے بڑا ملک ہے اور انڈین کمپنیز سے اس شعبے میں سرمایہ کاری کے حوالے سے ہمارے مذاکرات جاری ہیں''(90)

بھارت میں اندرونی سطح پر خام مال کی طلب بہت زیادہ ہے جو افغانستان میں معاشی نمو کا باعث ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے بھارت کی صنعتی سرمایہ کاری کو انڈیا سے باہر بھی اپنی شاخیں قائم کرنے کا موقع ملے گا مگر اس کے لیے ضروری ہوگا کہ بھارت خطے کی سطح پر شراکت دار بنائے۔ بھارت نے اشارے کیے ہیں کہ وہ افغانستان میں خطے کے متعلقہ فریقوں کے لیے موثر فورم کے قیام کی حمایت کرے گا۔(91) تاہم اب تک جو کوششیں اس حوالے سے ہوئیں وہ زیادہ ثمر آور ثابت نہیں ہوئیں۔(92) ایڈ ہاک بنیادوں پر قائم منصوبوں کی بجائے منظّم اداروں کا قیام علاقائی سطح پر زیادہ کامیاب ثابت ہوسکتا ہے۔

جون 2011 میں چھ ملکی فورم شنگھائی تعاون کی تنظیم کے دسویں اجلاس میں تنظیم کو وسعت دینے کا مسئلہ زیر بحث آیا، ابھی تک اس فورم پر روس اور چین کا غلبہ رہا ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت تک پاکستان اور بھارت آبزور ملکوں کے طور پر شنگھائی تعاون تنظیم کا حصہ ہیں اور دونوں کو ممبر ملک بنانے پر غور کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ

امر بھی زیرِ غور ہے کہ افغانستان کو مدعو ملک کی بجائے مکمل آبزرو ملک کا درجہ دیا جائے۔(93) روس افغان جنگ کے جو تباہ کن اثرات نکلے تھے اس کی وجہ سے روس اور وسطی ایشیائی ریاستیں افغانستان میں سکیورٹی سے متعلق سرگرمیوں کے حوالے سے ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔(94) تاہم شنگھائی تعاون کی تنظیم 2014 میں افغانستان سے امریکی انخلا کے بعد کہیں بہتر پوزیشن میں ہوگی کہ وہ افغانستان کی تعمیرِ نو اور استحکام میں مثبت کردار ادا کر سکے۔ جیسا کہ قازقستان کے صدر نور سلطان نذر بایوف نے کہا تھا کہ ''عالمی اتحادی قوتوں کے افغانستان سے جانے کے بعد شنگھائی تعاون تنظیم کے ممبر ملکوں کو افغانستان کے بہت سے مسائل کے حل کا بوجھ سہنا ہوگا''(95)

بھارت کو امریکی انخلا کے حوالے سے جو تحفظات ہیں وہ زمینی واقعات سے ہم آہنگ نہیں۔ ایس سی او (شنگھائی تعاون تنظیم) وہ بہتر فورم بھارت کو مہیا کر سکتا ہے جو بھارت کے سکیورٹی سے متعلق خدشات کو کم کر سکتا ہے اور ایسے کئی مسائل کے حل کی طرف بھارت جا سکتا ہے جو امریکہ نیٹو افواج کے افغان مداخلت کے مراحل میں بھارت کو درپیش رہے ہیں۔ ایسے اتحاد میں شمولیت کے ذریعے جس کی قیادت چین کے پاس ہو بھارت کو وسیع سطح پر اپنی تذویراتی ترجیحات کو مخاطب کرنے کا موقع ملے گا، اس سے نہ صرف اپنے پڑوس میں موجود قدرے بڑی طاقت سے تعلقات بہتر ہوں گے بلکہ اس سے دہلی اس قابل بھی ہو سکے گا کہ وہ پاکستان پر افغان مسئلے میں زیادہ موثر کردار کے لیے زیادہ دباؤ ڈال سکے (بیجنگ کا پاکستان پر جو اثر و رسوخ ہے، اسے بھی اس سلسلے میں استعمال کیا جا سکتا ہے خاص طور پر اس صورت حال میں کہ چین کو بھی پاکستان سے متعلق جہادی عناصر کا چیلنج درپیش ہے 96) ایس سی او کے ساتھ زیادہ تعاون بھارت کی وسطی ایشیائی ریاستوں کے انرجی کے ذخائر اور منڈی تک

رسائی میں بھی سہولت دے گا۔ یہاں ایس سی او کے ممبر ممالک پاکستان کے رویے کی بھی حوصلہ شکنی کر سکیں گے۔

یہ بات بھارت بھی تسلیم کرتا ہے کہ خطے میں سکیورٹی کی صورت حال میں توازن کے لیے ایران مرکزی ملک ہے اور ایران کے ساتھ کھل کر اپنے تعلقات کا اعتراف کرتا ہے۔ حال ہی میں بھارت کے سیکرٹری خارجہ رانجن متھائی نے عالمی برادری سے کہا ہے کہ افغانستان کے حوالے سے ایشیا میں استحکام کی جو صورت حال زیر بحث ہے اس میں ایران کو بھی شامل رکھنا چاہیے۔(97) باہمی طور پر تجارت کے حوالے سے تکلیف دہ تعلقات (اور واشنگٹن کی مخالفت) کے ضمن میں دہلی اور تہران افغانستان کے حوالے سے منظّم انداز میں گفت وشنید کر رہے ہیں۔(98) یہ بات یقینی ہے کہ بھارت طالبان مزاحمت کے حوالے سے تشویش رکھنے والے خطے کے ہر ملک سے تعاون کرنے پر تیار ہے۔لیکن ایسا کرتے ہوئے بھارت کی کوشش یہ ہے کہ خطے کی سطح پر وسیع پیمانے کا تعاون واتحاد تشکیل دیا جائے اور ایسے علاقائی پروجیکٹ میں دلچسپی رکھتا ہے جس میں خطے کے تمام فریق شامل ہوں۔

اس وقت جو بھارت کی افغان پالیسی ہے اس میں بھارت کی خواہش ہے کہ تمام ہم منصب متفق ہوں۔ اس بات کا امکان کم ہی ہے کہ بھارت کسی سیاسی ایجنڈے پر خطے کے تمام ہمسایہ ملکوں کو قائل کر لے،(99) تاہم خطے کے تمام ممالک اس بات پر متفق ہیں کہ افغان مسئلے پر سب کا سر جوڑ کر بیٹھنا ناگزیر ہے۔اس حوالے سے بھارت کے افغانستان کے جو تاریخی روابط ہیں اور متحرک افغان مداخلت ہے وہ اس علاقائی اپروچ کے تحت باہمی ہم آہنگی کی تخلیق میں فیصلہ کن کردار ادا کرے گی۔

MashalBooks.org

نتیجہ

مگر ٹھوس خارجہ پالیسی، جیسا کہ بیسویں صدی کی سیاست میں اس کا اظہار ہوتا ہے، کا تعلق تاریخی شعور اور زمینی حقائق کی لطیف دنیا سے نبرد آزما ہونا ضروری ہے۔ بھارت جس محتاط انداز سے بڑھ رہا ہے اس کا نتیجہ طاقت کے سراب کا شکار ہو کر بگٹٹ دوڑنے کے مقابلے میں بہتر ہوگا۔

افغان معاملے میں بھارت کی مداخلت پرتاب بھانو مہتا کی اپروچ کو ثابت کر رہی ہے۔ اگرچہ بھارت کی افغان پالیسی کبھی بھی عجلت پسندی کی حامل نہیں رہی ہے، تاہم اوپر کی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ افغانستان میں امریکی مداخلت کے بعد بھارت نے افغانستان کے حوالے سے گریز کی پالیسی کو ترک کیا ہے۔ یہ پالیسی کی تبدیلی اس مستقل ترقی کی رہین منت ہے جو بھارت نے کی ہے۔ انڈیا کا سراب خود طاقت نہیں، بلکہ اس کی وہ صلاحیت ہے جس کے ذریعے وہ طاقت کو ایک پس منظر سے دوسرے میں تشریح کر رہا ہے۔

MashalBooks.org

دہلی اب افغانستان کے حوالے سے ایک لچکدار پالیسی رکھتا ہے جو اس کے تذویراتی علاقائی مفادات سے جڑی ہے اور جو اس تخمینے پر مبنی ہے کہ اس کی جیو پولیٹیکل تحدیدات کیا ہیں۔ سیاسی میدان میں بھارت ہر اس حکومتی تشکیل سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے جو افغانستان میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ دہلی نے افغان سکیورٹی فورسز سے اپنے تعلقات کو ترقی دے لی ہے، اور اس شعبے میں اپنا تعاون بڑھانے پر تیار ہے۔ ترقیاتی محاذ پر بڑے منصوبوں کے بعد بھارت نے مقامی سطح پر اداروں کی استعداد کی تعمیر اور چھوٹے منصوبوں میں مالی معاونت مہیا کرنے کی پالیسی بنا رکھی ہے۔ اس سے مقامی آبادی اور سیاسی اشرافیہ سے اس کے تعلقات بہتر ہوں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ افغانستان میں جو بھی صورت حال بنے گی بھارت اس میں ناگزیر ہوگا۔ مزید برآں ان بہتر تعلقات کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بھارت افغانستان اور وسطی ایشیا سے جڑے اپنے انرجی اور کمرشل مفادات کی پیروی کر سکے گا۔

انڈیا اب آگے دیکھ رہا ہے۔ اس کی افغان حکمت عملی خطے کے ماحول سے مفاہمت پر مشتمل ہے۔ جب عالمی طاقتیں افغانستان سے جائیں گی تو افغانستان کی تعمیر نو کے حوالے سے مقامی اپروچ کے پس منظر میں انڈیا کا کردار قائدانہ ہوگا۔ اس کے علاوہ دیگر فعال ایکٹرز کے ساتھ انڈیا کے مفاد پیوست ہونے کی وجہ سے یہ صورت حال انڈیا کے لیے ایک موقع ہے نہ کہ رکاوٹ۔

حواشی

1۔ ڈینیل نورفوک ان دنوں بھارت کی علاقائی خارجہ پالیسی اور ترقیاتی پروگرامنگ پر انٹرنیشنل ڈیویلپمنٹ ریسرچ سنٹر میں تحقیق کر رہے ہیں۔ وہ 2010 تک دہلی میں مقیم رہے جہاں انہوں نے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار سٹریٹجک سٹڈیز کے لیے علاقائی تنازعات کا تجزیہ کرتے رہے۔ اس مقالے میں جو خیالات پیش کیے گئے ہیں وہ مصنف کی ذاتی آرا پر مبنی ہیں۔ لازمی نہیں کہ انٹرنیشنل ڈیویلپمنٹ ریسرچ سنٹر اور انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار سٹریٹجک سٹڈیز کے بھی یہی تصورات ہوں۔

MashalBooks.org

MashalBooks.org